ماں کی گود

(از طالب صاحب عزیزی سکرٹری دارالاخبار جے پور)

تعلیم اور تربیت کوئی الگ الگ چیز تو نہیں اتنا فرق کہہ لیجئے کہ تعلیم مکتب یا مدرسہ میں ہوتی ہے اور تربیت ماں کی گود میں۔ لیکن جو بچے خوش نصیبی سے انسان ساز ماؤں کی گود میں آنکھیں کھولتے اور تربیت پاتے ہیں وہ نہ کسی مدرسہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں نہ کسی معلم کے مرہونِ منت ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنی ماں کی گود ہی میں زندگی اور انسانیت کی تکمیل کر لیتے ہیں اور اپنے گھروں سے اپنی تقدیروں کو سنوارتے ہوئے نکلتے ہیں۔ مائیں ان کے پڑھنے لکھنے، کھانے پینے اور کھیلنے کودنے کے اوقات مقرر کر دیتی ہیں اور بچوں کو ان اوقات کا پابند بنا دیتی ہیں۔ اور پھر ان کے ہر شعبۂ زندگی میں اس طرح شریک کار اور نگراں حال رہتی ہیں جس طرح ایک بچہ دوسرے بچہ کا ہم سبق یا ہم خیال۔ اگر سند لینے کی خاطر وہ بچے مدرسوں اور اسکولوں میں شریک امتحان بھی ہوتے ہیں تو ابتدائی جماعت کے بجائے تیسری، چوتھی اور پانچویں جماعت میں داخل ہوتے ہیں اور تعلیم کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر کے جب کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلتے ہیں تو یگانوں، بیگانوں، ہمسایوں، محلہ داروں، قوم، وطن اور ادب و مذہب کیلئے خدا کی رحمت ثابت ہوتے ہیں

لیکن عام طور پر یہ حقیقت ماؤں اور بچوں کے کردار میں نہیں ملتی بلکہ یگانوں بیگانوں سے دشمنی قوم و وطن پر بار، تعلیم و تربیت سے بیگانہ، تہذیب و شرافت کے دامن پر بدنما دھبہ، ادب و مذہب کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ، تخریب و خرافات میں پیش پیش، محلے، شہر کی گلیاں اور بازار بچوں کی فرضی عیاشی گاہ۔ مساجد، ادبی بزمیں، اور مدرسے ان سے خالی۔ تھیٹر، سنیما، قمار خانے، میخانے اور بے غیرتی کے اڈے، ان کے دم سے زندہ اور آباد۔ صبح سویرے سے آدھی رات تک جس خرافات میں دیکھئے یہی یہ۔ ہمجولیوں میں کھیلتے جا رہے ہیں اور آپس میں مادر پدر کرتے جا رہے ہیں۔ گھروں میں مائیں سن رہی ہیں اور ہنس رہی ہیں۔ اگر بچوں کی لڑائی اور رونے کی آواز سن لی تو بالا خانوں پر آ گئیں اور اپنے اپنے بچہ کی طرف سے عورتیں عورتیں لڑنے لگیں۔ زیادہ لڑائی بڑھی تو مردوں مردوں میں سر پھٹول ہو گئی۔ اس سے بھی زیادہ بڑھی تو مقدمہ بازی ہو گئی اور برتن، زیور، روپیہ، پیسہ، زمین جائیداد عدالتوں اور وکیلوں کے نذر کر دیا۔ روٹی کپڑے کو محتاج ہو گئے لیکن ایک اللہ کے بندے نے ضد اور ہٹ دھرمی کے

بت سے منہ نہ موڑا یہانتک کہ باپ کا بدلا بیٹے نے اور دادا کا عوض پوتے نے لیکر چھوڑا۔

گھروں میں جاکر دیکھئے تو غلاظت گاہ بنے ہوئے ہیں۔کہیں صفائی اور نفاست کا نام تک نہیں۔ ماؤں کو دیکھئے تو "ماریا جائے، جوانی پیٹا، اور جھنداں، ہرجائی" وغیرہ کے خطابات دے رہی ہیں - دو عورتیں مل کر بیٹھیں تو لڑ جھگڑ کر اٹھیں یا دنیا بھر کی برائیاں کرکے یا بداخلاقی اور بے شرمی کی دعوت دیکر بیاہ شادی میں شریک ہوئیں تو ڈھولک بازی اور حیا سوز گیتوں سے محلہ داروں کی نیند حرام کردی - اگر کسی نے ستوانسا، اٹھوانسا یا دسواں، بیسواں اور چہلم نہیں کیا تو بیچارہ پر غیر مقلد کا فتویٰ عائد کردیا۔ موت کے گھر میں ان کے طفیل سے سب بدعتیں ہوگئیں۔مرنے والے کو جنت کا سرٹیفکٹ عنایت فرمادیا چیچک کے مبتلا کو جے پور کے پھوٹے کھرہ کا غلاظت آلود پانی پلادیا تو شفا مول لے لی۔تعزیے اور علَم کی زیارت سعادت۔شہر کی کربلا، مزارات، سبیلیں اور عام میلے ٹھیلوں میں بے پردہ اور آوارہ جانا ثواب اور بس۔

اب میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کی نام لیوا بیبیوں سے دریافت کرتا ہوں کہ جن کی تم نام لیوا ہو، کیا انھوں نے بھی اپنے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اسی طرح کی تھی جس طرح تم اپنے نونہالوں کی کررہی ہو؟ اور کیا ان بچوں کی بگڑی ہوئی حالت بدلنے اور ان کو سنوارنے کے لئے صرف یہ تعلیم اور یہ تربیت کافی اور مفید ہے؟ یقیناً جواب نفی میں ملیگا۔تو پھر یہ دریافت کرونگا کہ یہ طریق عمل اور یہ لاپرواہی اپنی نسل کو تباہی اور بربادی کی دعوت نہیں تو اور کیا ہے اور اس قوم کی ذلت و خواری کی ذمہ دار تم نہیں تو اور کون ہے؟ اور اس کی فلاح و بہبودی اگر تمہاری تعلیم اور تربیت پر نہیں تو اور کس کی توجہ اور رحم و کرم پر ہے؟ یاد رکھو سہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اگر آج بھی تم گھریلو زندگی میں بچوں کے سامنے انسان بن کر پیش ہو تو وہ بھی انسان بن سکتے ہیں۔ اگر آج بھی تم گالی گلوچ چھوڑ کر بچوں کو بزرگان اسلام کے کارنامے اور داستانیں سناؤ تو نہ جانے تمہارے نونہال کیا سے کیا بن جائیں۔مثل مشہور ہے کہ "جانور کے ساتھ جانور نہ بنے اسوقت تک جانور جانور نہیں بنتا" تو پھر جب تک انسان کے ساتھ انسان نہ بنا جائے اسوقت تک حضرتِ انسان کا انسان بننا ناممکن ہے -

یاد رکھو اب تک تو یہ آدمیت، عزت، حکومت، دولت، روٹی، کپڑہ، وقار، علم، ادب اور عیش و آرام ہی سے مایوس و محروم اور دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہوئے۔آنے والے زمانے میں اس سے بھی زیادہ تباہ و برباد ہوں گے۔اب بھی سنبھلنے اور آئندہ زندہ رہنے کی تدبیر کرنے کا وقت ہے پھر اپنی نادانی اور

غفلت پر ماتم کرنے کا موقع بھی نہ ملیگا۔ بجلیاں تمہاری تاک میں ہیں طوفان تمہاری نظر میں۔ اغیار کی نگاہیں تم پر لگی ہوئی ہیں اور تم بے خبر۔ تم سب کچھ کھو کر بھی نہ سمجھ سکے کہ تم کس کس طرح برباد ہوئے اور ہونے والے ہو۔ تمہارا علم، ہنر، عزت، حکومت، دولت، تہذیب، شائستگی، اخلاق، ایثار، درد، طور طریق سب غیروں نے لے لئے اور تم کورے اور بیکار رہ گئے۔ دور کیوں جاؤ بیس برس پہلے تمہاری کیا حالت تھی اور اب کیا ہے۔ اسوقت غیروں کی تمہارے متعلق کیا رائے تھی اور اب کیا ہے۔ اس وقت ان کی نظروں میں تمہاری کیا وقعت تھی اور اب کیا ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس وقت تم کیا کچھ نہ تھے لیکن اب کیا ہو؟۔

ہے کوئی خدا کا بندہ جو میرا پیغام میری نوجوان بہنوں تک پہنچا دے؟ اور ہے کوئی خدا کی بندی میری نوجوان بہن جو میری آواز پر لبیک کہے اور اپنی حالت بدل کر اپنے نونہالوں کی تقدیریں پلٹ دے

کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی۔

صفحہ ۱۵ کا بقیہ مضمون:۔ یہ چند مثالیں میں نے نمونۃً آپ کے سامنے پیش کردیں۔ اسی سے آپ ان کی زندگی کے ہر شعبہ کی حالت کا اندازہ لگا لیجئے۔ کیا کسی انقلاب میں یہ چیز پائی جا سکتی ہے۔

کاش! مسلمان اپنی حالت پر غور کرتے کہ آیا اس انقلاب نے ان میں بھی کچھ اثر پیدا کیا ہے یا صرف وہ نسلی اور مردم شماری کے مسلمان ہیں۔ یاد رکھئے اسلام کو ایسے "مسلمانوں" کی ہرگز حاجت نہیں۔ اسلام اپنی تحریک میں ان بہترین افراد کو شامل کرنا چاہتا ہے جنھوں نے اپنی عقل سے کام لیکر اسلام کو حق سمجھکر اسلامی تعلیمات کو صحیح جان کر اسلام قبول کیا ہو اور پھر اپنے اندر وہی جوہر پیدا کر لیا ہو جو دور اول کے مسلمانوں نے پیدا کیا تھا۔ جنھوں نے دنیا میں اپنا مطمح نظر اعلاء کلمۃ اللہ کو بنایا ہو جن کے دماغوں میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کا سودا موجود ہو۔ کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا آسان کام نہیں ہے ؎

چوں می گویم مسلمانم بلرزم   کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔